مسلمان چوہوں کی طرح اپنی نسل بڑھا رہے ہیں

نئی نسل مغرب میں مہمان نہیں اس لیے خائف بھی نہیں

[حیرت کی بات ہے کہ مغرب میں آباد مسلمان نوجوان مغرب سے خائف نہیں جب کہ ہمارے نوجوانوں کو مغرب سے خواہ مخواہ خوف زدہ کرایا جارہا ہے۔]

یورپ میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے حوالے سے ''یوربیا'' کی اصطلاح استعمال ہونے لگی ہے۔ خوف میں ڈوبی ہوئی یہ اصطلاح اس یورپی ذہن کی تخلیق ہے جو اسلام اور مسلمانوں کی روز افزوں طاقت سے خود بھی ہراساں ہے اور دوسری کو بھی ہراساں کرنا چاہتا ہے۔ یورپ کی ممتاز صحافی اوریانا فلاسی نے ایک بار لکھا تھا کہ مسلمان چوہوں کی طرح اپنی نسل بڑھا رہے ہیں۔ ڈنمارک کی وزارتِ ثقافت کی طرف سے اعلان جاری ہوا ہے کہ مسلمان یورپ کے شفاف پانی میں آلودگی کی طرح ہیں۔ ہم نے یورپ کے کئی مبصرین کو آہ بھرتے اور یہ کہتے سنا ہے کہ مغرب میں آباد ہونے والے مسلمانوں کی پہلی نسل تو بڑی اچھی تھی مگر نئی نسل نے اسلامی شناخت ایجاد کر لی ہے اور نہ صرف یہ بلکہ وہ اس پر اصرار بھی کر رہی ہے۔ مغرب میں مسلمانوں کی ''نئی نسل'' کا یہ ''جرم'' یقیناً ناقابلِ معافی ہے، لیکن اہلِ مغرب کیا خود مغرب میں مقیم مسلمانوں کی بڑی تعداد کو بھی اسلام کے ساتھ تعلق کے حوالے سے مسلمانوں کی ابتدائی نسل اور نوجوان نسل کے امتیازات کا شعور نہیں۔

مغرب میں جا کر آباد ہونے والے مسلمانوں کی عظیم اکثریت کے لیے اقتصادیات کا معاملہ اتنا اہم تھا کہ وہ پوری ''زندگی'' بن گیا تھا۔ یہ ایک نہیں نقل مکانی کا واحد محرک ہے اور زندگی میں محرک کی اہمیت یہ ہے کہ اسی سے ذہنی سانچہ تشکیل پاتا ہے۔ اقتصادیات آج بھی اہم ہے لیکن مغرب میں آباد مسلمانوں کی نئی نسل کے لیے اقتصادیات زندگی کا ایک گوشہ ہے، پوری زندگی نہیں۔ نتیجہ یہ کہ ان کی اسلامی اور تہذیبی شناخت خود کار طریقے سے ان کے سامنے آ گئی ہے۔ پرانے ذہنی سانچے میں اس کی گنجائش مشکل ہی سے نکلتی تھی۔

مسلمانوں کی ابتدائی نسل کے جو لوگ مذہبی تھے، ان کے ذہن میں بھی یہ بات ہوتی تھی کہ وہ یہاں مستقلاً تو آئے نہیں۔ زیادہ امکان یہ ہے کہ انھیں لوٹنا پڑے گا۔ چنانچہ وہ جب لوٹیں گے تو اس مذہبی وثقافتی میراث سے خود کو پھر مربوط کر لیں گے جیسے وہ ''گھر'' چھوڑ گئے تھے۔ لیکن نئی نسل کو کہیں لوٹ کر نہیں جانا، چنانچہ اس کے

لیے بیک وقت دو دنیاؤں میں مقیم رہنے کی کوئی مجبوری نہیں ہے۔ وہ اب یورپ یا امریکا میں ''مہمان'' نہیں، اور ان کی نفسیات بھی مہمانوں کی نفسیات نہیں، چنانچہ وہ اپنے مذہبی اور شاندار تہذیبی ورثے سے زیادہ فطری اور برجستہ انداز میں مربوط ہیں۔ مغربی دنیا میں ابتداء میں آکر آباد ہونے والے لوگوں کی بڑی تعداد مغرب کے حوالے سے ''فاصلے کی کشش'' میں مبتلا تھی۔ یعنی ان کے لیے مغرب ایک تو ویسے ہی دل آویز یا Facinating تھا۔ لیکن اس دل آویزی میں قصے اور کہانیوں کی دل آویزی بھی شامل تھی۔ مغرب کے اکثر Young Muslims اس نفسیاتی عارضے سے محفوظ ہیں۔ ان میں مغرب کے لیے کشش ہوگی، مگر یہ فاصلے کی کشش بہرحال نہیں ہے، اس لیے کہ مغرب بچپن سے ان کا مشاہدہ اور تجربہ ہے اور اس تجربے میں مغرب کے مثبت اور منفی دونوں پہلو شامل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مغرب سے ان کا تعلق زیادہ فطری ہے، اور مغرب سے ان کا یہ فطری تعلق انھیں از خود اسلام اور اس کی عظیم تہذیبی روایت کی طرف لے جا رہا ہے۔ یہ ایک سامنے کی بات ہے کہ مغرب میں جا کر آباد ہونے والے مسلمانوں نے مغرب کو ان معنوں میں پورے کا پورا قبول کیا کہ اس کے قانونی اور سیاسی ڈھانچے کے دائرے میں رہ کر زندگی بسر کی۔ مگر مغرب مسلمانوں کو پورے کا پورا قبول کرنے سے انکاری ہے اور ہم آہنگی کے بجائے تہذیبی و ثقافتی امور میں بھی طاقت کے استعمال پر اتر آیا ہے۔ لیکن اس کی یہ حکمت عملی بھی رائگاں [Counter Productive] ثابت ہو رہی ہے۔ مغربی دنیا کا پورا فکری سانچہ عقلی یا Rational ہے۔ بہ ظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ مغرب کہیں بھی مسلمانوں کے ساتھ عقلی بنیادوں پر مکالمہ نہیں کر رہا۔ ہر جگہ اس کا کردار بہ ظاہر Irrational ہے اور اس کی جانب سے طاقت کا بڑھتا ہوا استعمال اس کا سب سے بڑا ثبوت ہے لیکن اس وقت عالم اسلام کے ساتھ مغرب جو کچھ کر رہا ہے مغربی فلسفے میں فی الحقیقت Rational کا یہی مطلب ہے۔ وہ انسان جو اپنی عقل کو ماخذ علم نہیں سمجھتا وہ انسان نہیں جاہل ہے مغرب کے فلسفیوں نے جدید انسان کی جو تعریف کی ہے اس کے مطابق انسان صرف وہ ہے جو کسی خارجی ذریعے سے خیر و شر کے پیمانے نہیں لیتا اور اپنی زندگی کے لیے خارج کا محتاج نہیں، انسان وہ ہے جو محض اپنی عقل کے ذریعے زندگی کا سفر طے کرتا ہے۔ اسی فلسفے کے ذریعے سترہویں صدی سے پہلے کا زمانہ قرنِ مظلمہ [Dark Age] قرار دیا گیا۔ اس عہد کے لوگوں کو انسان تسلیم نہیں کیا گیا۔ فوکو نے کہا انسان تو اٹھارہویں صدی میں پیدا ہوا ہے۔ آخر امریکہ میں نو کروڑ شرح ہندیوں کا قتل عام اسی فلسفے کے باعث ہوا کہ یہ ہندی Rational نہیں تھے اور مسلمانوں سے اصل جنگ یہی ہے کہ وہ آج بھی وحی الٰہی اور سنت محبوب الٰہی کے ذریعے حیات و کائنات کے مسائل کا حل تلاش کر رہے ہیں۔ لہٰذا یہ نہ انسان ہیں نہ انسانی حقوق کے حقدار کیونکہ حقوق انسانی محض Rational انسان کے لیے مخصوص ہیں۔ مغرب میں آباد مسلمانوں کی نئی نسل اس سانچے کو اپنے سامنے وقوع پذیر ہوتے دیکھ رہی ہے اور اس کی نظروں میں مغرب کی ساری تہذیبی برتری کافور ہو رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ ثانوی سانچوں کے ٹوٹنے سے مسلمانوں کا اصل سانچہ یا Real Self برآمد ہو رہا ہے اور نئی نسل میں یہ ادراک عام ہو رہا ہے کہ ہم صرف اچھے مسلمان ہونے کی صورت میں ہی اچھے شہری بن سکتے ہیں ورنہ ہمارے ہاتھ سے ہمارا حقیقی وجود (Real Self) بھی جائے گا اور مغرب بھی ہمارے ہاتھ نہیں آسکے گا۔

ساحل فروری ٢٠٠٦ء